تحقیقِ حدیث میں اسنادورواۃ کی اہمیت

جناب عاصم نعیم *

Sunnat (The ultimate & continuous act of the Holy Prophet) is the second primary source of Islam. Hadith is the record & mean to know the Sunnat of the Holy Prophet. Maulana Ameen Ahsan Islahi is a critic to accepting Hadith as primary source. He is of the view that despite the best efforts of Mohaddisen, Hadith should be evaluated with some external tools rather then only Sanad & Matan. It is a matter of fact that Mohadisen has done absolute struggle for safe & pure transmission of Ahadith. No doubt Ahadith in the current form provides the authentic knowledge about Islamic injunctions. In this article the efforts of Mohaddisen and view point of Maulana Ameen Ahsan Islahi has been critically evaluated.

اللہ کی کتاب قرآن مجید کے بعد اسلام کا دوسرا بڑا مآخذ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی سنت ہے۔حدیث کی حیثیت سنت کے ریکارڈ کی ہے۔احادیث سنت کے معلوم کرنے کا قابلِ اعتماد ذریعہ ہیں .تاریخ شاہد ہے کہ ائمہ حدیث کے ہاتھوں احادیث کی شکل میں علمِ رسول کی حفاظت کا جو منفرد اہتمام ہوا ہے،آج تک کسی اور علم وفن کو نصیب نہیں ہوا۔ملتِ اسلامیہ کا یہ بے مثل کارنامہ ہے کہ اس کے قابلِ فخر محدثین نے صدرِاول میں،پیغمبرِ اسلامؐ کے صحیح اور حقیقی علم کو نہ صرف احادیث کے قابلِ اعتماد مجموعوں کی شکل میں محفوظ و مامون کیا، بلکہ فنِ حدیث سے متعلق تمام علوم کے بے لاگ اصول ومبادی بھی قائم کیے۔حدیث کے اصول ومبادی کی سب سے بڑی غرض وغایت یہ ہوتی ہے کہ راوی اور روایت کے حالات دریافت کیے جائیں تاکہ حدیث کے قبول ورد کا فیصلہ کیا جا سکے۔ اس علم سے مقصود بالذات روایت ہے اور راوی کا ذکر روایت کی نسبت سے ہوتا ہے۔چنانچہ وضعِ حدیث کے خلاف علماء نے جس مبارک تحریک کا آغاز کیا تھا،اس کے نتیجے میں ایسے قواعد وضوابط تیار کیے گئے،جن کے مطابق حدیث کی اقسام اور اس سے متعلق تمام چیزیں بیان کی گئیں۔اس طرح

* لیکچرر،شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب، لاہور

اصطلاحات کا فن وجود میں آیا، جس کے ذریعے ہم احادیث اور اخبار کی صحت معلوم کر سکتے ہیں۔ علماءِ حدیث نے صحیح و سقیم میں تقسیم کے لئے جو قواعد اور ضوابط مقرر کیے وہ صحیح ترین قواعد ہیں۔

تحقیقِ حدیث میں متن اور نفسِ مضمون کی اہمیت مسلّمہ ہے۔ لیکن برصغیر پاک و ہند میں فراہی مکتبِ فکر نے محدثین کے بیان کردہ معیارات کی ایسی تشریح کی ہے، جو ائمہ ٔحدیث کی آراء اور علمی قواعد کے مطابق نہیں ہے۔ یہ مکتبِ فکر تحقیقِ حدیث میں سند کو زیادہ اہمیت دینے کے حق میں نہیں ۔صرف سند پر اعتبار کر کے حدیث کی صحت و سقم کا فیصلہ کرنے والے ان کے نزدیک حدیث کے "غالی حامی" ہیں۔ اس طبقہ کے نمائندہ اور ترجمان جناب امین احسن اصلاحی نے اپنی کتاب "مبادی تدبر حدیث" کے چھٹے باب کے عنوان "سند کی عظمت اور اس کے بعض کمزور پہلو" کے ذیل میں سند کی تعریف اور صحابہ کرامؓ کی عدالت بیان کرنے کے بعد فن اسماء الرجال پر اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ انہوں نے علمائے رجال کی خدمات کا تذکرہ تحسین آمیز انداز میں کیا ہے اور اس فن کی اہمیت و عظمت کو بیان کیا ہے۔ بعد ازاں اس فن کی تمام تر عظمت، افادیت اور اہمیت کے باوجود اس کو بے وقعت، کم اہم اور غیر مستند ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور اس مقصد کے لئے اپنے پورا زورِ بیان اور قوتِ استدلال صرف کی ہے۔ ان کے نزدیک اس فن کی تمام تر عظمت اور افادیت کے باوجود اس میں بعض فطری خلا رہ جاتے ہیں جن کی تلافی کے لئے بعض دوسرے ذرائع تحقیق بھی اختیار کئے جانے چاہیں۔ مجرد سند پر اعتبار کر کے کسی روایت کی صحت اور حسن و قبح کا فیصلہ نہیں دیا جاسکتا۔ جناب امین احسن اصلاحی کی رائے میں بعض محققینِ رجال جرح و تعدیل کے مقتضیات سے کما حقہ واقف نہ تھے اس لئے ان کی تحقیق پر مکمل اعتماد نہیں کیا جاسکتا کہ وہ بہر حال انسان ہی تھے۔ ان کے بقول حدیث کے بعض غالی حامی مجرد سند پر اعتماد کر کے اس کی صحت اور قابل اعتبار ہونے کا فیصلہ دے دیتے ہیں حالا ل کہ سند میں کئی کمزوریاں موجود ہیں۔ سند کے پہلے خلا (کمزوری) بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"پہلا خلا اس میں یہ ہے کہ اپنے تعلق اور علاقہ سے بعید، ہزاروں بلکہ لاکھوں آدمیوں کے عقیدہ و کردار ان کے علم و عمل اور ان کے تعلقات و معاملات کی ایسی تحقیق کہ ان کے متعلق یہ طے کیا جا سکے کہ علم رسول کے حمل و نقل کے باب میں ان پر اطمینان کیا جاسکتا ہے یا نہیں، کوئی آسان کام نہیں

ہے۔بے شک محدثین نے اس میدان میں بڑی بڑی جاں فشانیاں کی ہیں لیکن یہ کام ہے بہت مشکل۔اس قسم کی تحقیق کے بارے میں محتاط رائے یہ ہوسکتی ہے کہ فی الجملہ ہمیں ان لوگوں کے کوائف معلوم ہیں اوران کی شخصیات مجہول نہیں رہیں ان کے بارے میں کسی رائے کو حتمی یا قطعی کہنا مشکل اور غالباً اپنی معلومات پر ضرورت سے زیادہ اعتماد ہے۔" ۱

بعدازاں سند کا دوسرا خلا بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"اس سند کی تحقیق میں دوسرا خلا جرح وتعدیل کے کام کی نزاکت سے پیدا ہوتا ہے۔ ہر محقق یہ نہیں جانتا کہ جرح کس چیز پر ہونی ہے اور تعدیل کس چیز کی ہونی چاہیے۔یعنی یہ جاننا کہ کیا باتیں جرح کے حکم میں داخل ہیں اور کیا باتیں تعدیل کے مقتضیات میں سے ہیں، ہر شخص کا کام نہیں ہے۔کردار کی اساسات کیا ہیں، بدکرداری کی بنیادیں کیا ہیں۔ یہ چیزیں اتنی آسان نہیں کہ ہر خاص وعام اس کا کما حقہ ادراک کر سکے۔اس بے خبری کی مثالیں ماضی میں رہی ہیں اور خود مشائخ نے ان کا تذکرہ کیا ہے۔موجودہ دور کے غلوّئے عقیدت ونفرت سے اس مشکل کا ایک سرسری اندازہ کیا جا سکتا ہے۔جرح وتعدیل کا کام علم،فقاہت بصیرت، تجربے اور معقولیت کا متقاضی ہے۔انسان ہمیشہ انسان ہی رہے ہیں فرشتے نہیں رہے ہیں فن اسماء الرجال کے ماہرین کا معیار اخلاق ، بصیرت و سعادت بے شک ہم سے اونچا رہا ہے۔لیکن وہ بہرحال آدمی ہی تھے۔رواۃ حدیث کے متعلق ان کی فراہم کردہ معلومات اوران پر مبنی آراء عام انسانی جبلت میں موجود تعصب کے شائبہ سے پاک نہیں ہو سکتیں جو حق یا مخالف دونوں صورتوں میں پایا جاتا ہے۔" ۲

امین احسن اصلاحی کے قائم کردہ مذکورہ بالا مقدمات سے درج ذیل سوالات سامنے آتے ہیں جن کا جواب دیا جائے گا۔

۱۔کیا محدثین نے صرف خارجی نقد یعنی علم الاسناد پر اپنی تحقیق کی بنیاد رکھی ہے اور داخلی نقد حدیث نئی علمی دریافت ہے؟

۲۔علم الاسناد اور علم الجرح والتعدیل کا حقیقی مفہوم کیا ہے؟

۳۔علم الجرح والتعدیل کی تدوین کیسے ہوئی؟ اصحاب الجرح والتعدیل کون لوگ تھے؟ کیا وہ اس علم کے

مقتضیات سے بخوبی واقف نہ تھے؟

۴۔جرح وتعدیل میں اختلاف کی نوعیت کیا ہے؟ کیا اس اختلاف کی بناء پر ان کی تحقیق نا قابل اعتبار بن جاتی ہے؟

۵۔اصحابِ رجال کی کاوشوں اور محنتوں کے کیا نتائج برآمد ہوئے؟

۱۔داخلی نقدِ حدیث

داخلی نقدِ حدیث میں ایجابی وسلبی پہلو، ہر دو لحاظ سے عقلی ونقلی معیاروں پر متنِ حدیث کو پرکھا جاتا ہے۔اس میں دیکھا جاتا ہے کہ روایت کے الفاظ وجملوں میں کسی قسم کی خامی وکمزوری یا مقررہ قواعد کی خلاف ورزی تو نہیں پائی جاتی۔حدیث کا معنیٰ ومفہوم عقل، مشاہدہ، تجربہ، اور زمانہ کے طبعی تقاضوں کے برعکس تو نہیں۔اس سے کسی مسلّمہ اصول اور قرآنی تصریحات کی خلاف ورزی تو لازم نہیں آتی، جن سے کسی طرح بھی شانِ نبوت پر حرف آئے۔یا فرمودات نبوی ﷺ میں سطحیت ظاہر ہونے کا اندیشہ ہو۔ان معیاروں پر متن حدیث پورا اترے، تو مقبول ورنہ مردود ٹھہرے گا۔ نقد حدیث کا یہ انداز بھی محدثین کے ہاں قدیم سے پایا جاتا ہے۔ ۳ یہ دورِ حاضر کی پیش کردہ کوئی نئی علمی دریافت نہیں ہے۔حدیث کی تحقیق کے لیے مجرد سند کو کافی سمجھنا اور اس کی بنیاد پر حدیث کی صحت وعدم صحت کا فیصلہ دینا محدثین کا اصول نہ ہے۔اگر حدیث کا کوئی حامی ایسا کرتا ہے تو یہ مسلّمہ اصولوں کے مطابق نہ ہے۔محدثین، سند اور متن دونوں کو اہمیت دیتے ہیں۔البتہ تحقیقِ حدیث کی ابتداء علم الاسناد ہی سے کرتے ہیں۔

۲۔:علم الاسناد اور علم الجرح والتعدیل

متن تک پہنچنے کے طریق کو سند کہتے ہیں۔اس کی جمع اسناد ہے۔سند اور اسناد اعتماد کے لحاظ سے دونوں متقارب ہیں اور محدثین دونوں کو ایک مقصد کیلئے استعمال کرتے ہیں. جرح کے معنی ہیں تنقید کرنا اور عیب نکالنا۔تعدیل کے معنی ہیں صادق اور قابل اعتبار (عادل) ثابت کرنا۔راویوں کے حالات قابل اعتراض ہوں تو وہ روایت مجروح ہوتی ہے۔جن الفاظ سے وہ اعتراضات سامنے آئیں وہ الفاظ جرح سمجھے جاتے ہیں اور جو الفاظ ان اچھی اور لائق اعتماد پوزیشن بتلائیں، انہیں تعدیل کہا جاتا ہے۔

علم الجرح والتعدیل میں یہ تحقیق کی جاتی ہے کہ جو حضرات سلسلہء روایت میں ہیں، وہ کون لوگ تھے، کیسے تھے، ان کے مشاغل کیا تھے، ان کا چال چلن کیسا تھا، سمجھ بوجھ کیسی تھی، سطحی الذہن تھے یا نکتہ رس عالم یا جاہل، کس تخیل اور کس مشرب کے تھے، سن پیدائش اور سن وفات کیا تھا، شیوخ کون تھے، تاکہ ان کے ذریعے سے حدیث کی صحت وسقم دریافت کی جا سکے۔

حدیث کے راوی جب تک صحابہ کرام تھے اس فن کی ضرورت نہ تھی وہ سب کے سب عادل، انصاف پسند اور محتاط تھے۔ کبار تابعین بھی اپنے علم وتقویٰ کی روشنی میں ہر جگہ لائق قبول سمجھے جاتے تھے۔ تابعین اولین کے عہد میں صداقت وثقاہت غالب تھی اور رجال الحدیث کی باضابطہ جانچ پڑتال کی ضرورت نہ تھی لیکن جب فتنے پھیلے اور بدعات شروع ہوئیں تو ضرورت محسوس ہوئی کہ راویوں کی جانچ پڑتال کی جائے۔ حضرت علیؓ کے تشیع میں ان کے نام سے بہت سی غلط باتیں کہنی شروع ہوئیں۔ ان حالات میں صحابہ وتابعین نے حدیث کی نقل وروایت میں حزم واحتیاط سے کام لینا شروع کیا۔ وہ صرف اسی حدیث کو قبول کرتے جس کے رواۃ ورجال اور ان کی ثقاہت وعدالت سے آگاہ وآشنا ہوں۔ [۴]

۲۔ علم الجرح والتعدیل کی تدوین کا آغاز اور اصحاب الجرح والتعدیل

عبداللہ بن مبارک کے بقول اسناد دین کا لازمی جزو ہیں۔ اسناد نہ ہوں تو جو شخص جو چاہے کہے۔ [۵] عبداللہ بن عباسؓ حضرت علیؓ کی بہت سی مرویات کے بارے میں کہہ چکے تھے کہ یہ بات حضرت علیؓ نے کبھی نہ کہی ہوگی۔ صحابہ کے بعد تابعین میں حسن بصری (م ۱۱۰ھ) سے اسماء الرجال کی ابتداء ہوتی ہے۔

صغار صحابہؓ میں حسبِ ذیل اصحاب الرجال قابل ذکر ہیں:

۱۔ ابن عباسؓ (۶۸ھ) ۲۔ عبادہ بن صامتؓ (۳۴ھ) ۳۔ انس بن مالک (۹۳ھ)

تابعین میں سے مندرجہ ذیل نے اس میں نمایاں حصہ لیا۔ ۱۔ سعید بن المسیبؒ (۹۳ھ)، ۲۔ شعبی (۱۰۴ھ)، ۳۔ محمد بن سیرین (۱۱۰ھ)

اس کے بعد جرح وتعدیل میں حصہ لینے والے علماء پیدا ہو گئے۔ مشہور فضلاء کے اسماء حسب ذیل ہیں۔

۱۔امام شعبہ (۱۶۰ھ)   ۲۔امام مالک (۱۷۰ھ)   ۳۔معمر (۱۵۳ھ)

۴۔ہشام دستوائی (۱۵۴ھ)   ۵۔عبدالرحمان اوزاعی (۱۵۶ھ) ۶۔سفیان ثوری (۱۶۱ھ)

۷۔حماد بن سلمہ (۱۶۷ھ)   ۸۔لیث بن سعد (۱۷۵ھ)   ۹۔عبداللہ بن مبارک (۱۸۱ھ)

۱۰۔فزاری (۱۸۵ھ)   ۱۱۔سفیان بن عینیہ (۱۹۷ھ)   ۱۲۔وکیع بن جراح (۱۹۷ھ)

اگلے طبقہ کے علماءء میں مندرجہ ذیل نے قبولیت اور شہرت حاصل کی۔

۱۔یحیٰ بن سعید القطان (۱۸۹ھ)   ۲۔عبدالرحمٰن بن مھدی (۱۹۸ھ)

آخر الذکر دونوں اصحاب، جرح وتعدیل کے بارے میں سند کا درجہ رکھتے ہیں۔جس کی روایت کو یہ تسلیم کرتے ہیں اس کو قبول کرلیا جاتا ہے اور جس کو مجروح قرار دیتے ہیں اس کو رد کردیا جاتا ہے۔جس راوی کے بارے میں یہ مختلف الرائے ہوں تو حسبِ مرضی کسی ایک کی رائے کو ترجیح دے دی جائے۔

ان کے بعد اگلی صدی کے ماہرینِ جرح وتعدیل میں نمایاں ترین حسب ذیل ہیں۔

۱۔یزید بن ہارون (۳۰۶ھ)،   ۲۔ابوداؤد طیالسی (۲۰۴ھ)

۳۔عبدالرزاق بن ھمام (۲۱۱ھ)   ۴۔ابوعاصم نبیل (۲۱۲ھ)

اب فن جرح وتعدیل پر مستقل کتابیں لکھی جانے لگیں۔اس ضمن میں سبقت کا شرف مندرجہ ذیل اکابر کے حصہ میں آیا۔

۱۔یحیٰ بن معین (۲۳۳ھ)   ۲۔احمد بن جنبل (۲۴۱ھ)

۳۔محمد بن سعد (۲۳۰ھ)   ۴۔علی بن مدینی (۲۳۴ھ)

اصحاب جرح وتعدیل کے علمی مراتب

مذکورہ بالا ماہرینِ جرح وتعدیل کے علمی مراتب کا مختصر تذکرہ حسب ذیل ہے:۔

سعید بن مسیّب

حضرت عثمان، زید بن ثابت، سعد بن ابی وقاص، ابو ہریرۃ، حضرت عائشہ صدیقہ، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمرو رضوان اللہ اجمعین اور کئی دوسرے صحابہ سے حدیث پڑھی۔ابن المدینی کہتے ہیں: **لا اعلم فی التابعین او سع علماً من سعید و ھو عند ی من اجل التابعین** ۶؎

(میں تابعین میں سے سعید سے زیادہ علم والا کسی اور کو نہیں جانتا اور میرے نزدیک وہ سب سے جلیل تابعین میں سے ہے) طلب حدیث کا یہاں تک شوق تھا کہ ایک حدیث کے لئے کئی کئی دنوں اور راتو ں کا سفر اختیار فرماتے کبار فقہاء میں شمار ہوتا تھا۔ ۷

عامر بن شراجیل شعبی

آپ علامۃ التابعین کے لقب سے معروف تھے۔علامہ ذہبی فرماتے ہیں **کان اماما حافظاً فقیها متقناً** ۸ آپ نے حضرات عمران بن حصین، جریر بن عبداللہ، ابن عباس، ابن عمر، عدی بن حاتم، مغیرہ بن شعبہ اور حضرت عائشہ سے احادیث لی ہیں۔مکحول نے کہا: **ما رأیت افقه منه** ۹ (میں نے ان سے بڑا فقیہ نہیں دیکھا)

محمد بن سیرین

حضرت ابوہریرۃؓ، عمران بن حصینؓ، ابن عمرؓ، اور ابن عباسؓ سے حدیث پڑھی۔آپ سے ایک خلق کثیر نے فیض علم پایا۔حافظ ذہبی لکھتے ہیں: **کان فقیهاً اماماً غزیر العلم ثقة ثبتاً علامة فی التفسیر رأساً فی الورع** ۱۰ (آپ فقہاء کے امام تھے بڑے عالم ثقہ، تفسیر کے ماہر اور تقوی ورع میں سب سے آگے تھے) ابن حجر کے بقول وہ روایت بالمعنی کو جائز نہ سمجھتے تھے۔ ۱۱

شعبہ بن حجاج

ان کی وجہ سے عراق میں علم حدیث پھیلا۔اسماء الرجال میں سب سے پہلے شعبہ نے کلام کیا۔پھر یحیٰ بن سعید القطان نے پھر امام احمد اور یحیٰ بن معین نے سو یہ چار حضرات اس فن کے عمائدین میں سے ہیں آپ نے چار سو کے قریب تابعین سے روایت لی ہے امام احمد بن حنبل کے بقول آپ فن رجال اور حدیث کی معرفت میں فرد کامل تھے۔ابن المدینی کہتے ہیں: **شعبة احفظ للمشائخ** ۱۲

عبداللہ بن مبارک

ابن سعد آپ کو مقتدا، الحجۃ اور کثیر الحدیث کہتے ہیں۔امام نووی لکھتے ہیں کہ ان کی امامت اور جلالت پر سب کا اتفاق ہے آپ میں حدیث اور فقہ کے علوم جمع تھے۔ابن حجر نے آپ کے بارے میں **ثقه ثبت، فقیه، عالم، جواد، مجاهد، جمعت فیه خصال الخیر** کے الفاظ رقم کئے ہیں۔ ۱۳

سفیان بن عینیہ

ابن المدینی کہتے ہیں امام زہری سے جس قدر لوگوں نے حدیث پڑھی ان میں سفیان سے زیادہ متقن اور پختہ فہم کوئی نہ تھا۔آپ نے عمرو بن دینار، زہری، اعمش، اور شعبہ سے حدیث سنی اور آپ سے عبدالرحمٰن بن مہدی، امام شافعی، احمد، یحیٰ بن معین اور اسحاق بن راہویہ نے روایات لیں۔امام ذہبی انہیں **العلا مة الحافظ شیخ الاسلام** کہہ کر ذکر کرتے ہیں۔ ۱۴

وکیع بن جراح

کوفہ کے جلیل القدر امام تھے، جنہوں نے ہشام بن عروہ، اعمش، سفیان، ثوری اور اوزاعی سے حدیث سنی۔آپ سے علی بن المدینی، یحیٰ ابن معین اور امام احمد نے روایت لی۔آپ فقہ میں بہت بالغ النظر سمجھے جاتے تھے۔ابراہیم بن شماس کہتے ہیں: **کا ن و کیع افقه النا س** ۱۵ ابن عمار کہتے ہیں۔**ماکا ن بالکو فة فی زما ن و کیع افقه و لا اعلم بالحدیث منه** ۱۶ (ان کے زمانے میں کوفہ میں ان سے بڑا فقیہہ اور بڑا محدث کوئی نہ تھا) امام احمد کو ان کی شاگردی پر بڑا ناز تھا۔ ۱۷

یحیٰ بن سعید القطان

امام نسائی کہتے ہیں: اللہ کی طرف سے حدیث رسول کے امین تین حضرات ہی ہیں:۔امام مالک، شعبہ، یحیٰ بن سعید القطان۔علی بن المدینی نے آپ کو اسماء الرجال کا سب سے بڑا عالم کہا۔روا ۃ کی تحقیق میں اس قدر کمال تھا کہ بڑے بڑے ائمۂ حدیث کہتے ہیں: جس کو یحیٰ چھوڑ دیں گے، اس کو ہم بھی چھوڑ دیں گے۔حافظ ذہبی نے آپ کو الامام العلم اور سید الحفاظ کے القاب دیئے اور امام احمد کے بقول آپ حدیث میں سب سے زیادہ پختہ ہیں۔ ۱۸

عبدالرحمٰن بن مہدی

علی بن مدینی کے مطابق آپ کا علم حدیث جادو اثر تھا۔اسماعیل قاضی کہتے ہیں: آپ حدیث میں اعلم الناس تھے۔امام احمد، علی بن المدینی اور اسحاق بن راہویہ آپ کے شاگرد تھے۔حافظ ذہبی نے آپ کو صاحب بصیرت فقیہہ قرار دیا جو فتوی دینے میں عظیم الشان تھے۔ابن حجر کی نظر میں آپ حافظ عارف بالرجال والحدیث ہیں۔ ۱۹

یحیٰ بن معین

آپ امام احمد، امام بخاری، مسلم، ابوداود، ابوزرعہ اور ابویعلی نے روایات لی ہیں امام احمد آپ کے ہم عصر تھے وہ کہتے ہیں یحیٰ بن معین ہم میں سب سے زیادہ اسماء الرجال کے ماہر تھے۔علی بن المدینی نے آپ کے بارے میں عجیب بات کہی ہے کہ آدم علیہ السلام سے کے کر اب تک ہم کسی کو نہیں جانتے جس نے اتنی حدیثیں لکھیں ہوں جتنی یحیٰ بن معین نے لکھیں اور امام بخاری نے فرمایا میں نے اپنے آپ کو کسی صاحب علم کے سامنے حقیر نہیں پایا سوائے یحیٰی بن معین کے فن حدیث میں آپ کی عظمت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ کہا گیا جس حدیث کو یحیٰی نہ جانیں وہ حدیث ہی نہیں ہے۔ [۲۰]

احمد بن حنبل

اپنے زمانے کے متفق علیہ امام اور جلیل القدر محدث تھے مسلم اور ابوداؤد (حضرات) آپ کے تلامذہ میں سے ہیں آپ کو ایک لاکھ کے قریب حدیثیں یاد تھیں ثابت قدمی حق گوئی اور اتباع سنت میں اپنی مثال آپ تھے۔علامہ ذہبی نے آپ کو شیخ الاسلام سید المسلمین، الحافظ اور الحجۃ کے القاب دیئے ہیں۔محدث ابراہیم حربی کہا کرتے تھے: امام احمد بن حنبل میں اللہ تعالیٰ نے اولین و آخرین کے علوم جمع کر دیئے ہیں۔امام شافعی فرماتے ہیں: میں نے بغداد میں امام احمد سے بڑا کوئی نہیں دیکھا۔[۲۱]

علی بن مدینی

امام بخاری اور ابویعلی موصلی آپ کے تلامذہ میں سے تھے۔آپ کو **اعلم النا س بحدیث رسول اللہ** کہا گیا۔امام نسائی نے فرمایا انہیں علم حدیث میں یہ انہماک تھا کہ گویا اللہ تعالیٰ نے آپ کو پیدا ہی اسی لئے کیا ہے۔ [۲۲]

ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب النسائی

آپ بھی ابناء فارس میں سے ہیں۔امام نسائی نے طلب حدیث میں حجاز، عراق، مصر، شام اور جزیرہ کے سفر کئے۔ پندرہ سال کی عمر میں وقت کے جلیل القدر محدث قتیبہ بن سعید کے پاس پہنچے اور ایک سال سے کچھ زیادہ وقت قیام پذیر رہے۔جن اساتذہ کی روایتیں آپ خراسان میں بالواسطہ سن چکے تھے، ایسے بہت سے بزرگوں سے بالمشافہ بھی حدیث سنی۔حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں

رحل الی الآ فاق وا شتغل بسما ع الحدیث والا جتما ع با لا ئمة الحذا ق وسمع من خلا ئق لا یحصون" ۲۳؎ دنیا کے کنارون تک سفر کئے حدیث سننے اور ماہرین فن سے مجلس کرنے میں مصروف رہے۔اتنے بزرگوں سے حدیث سنی کہ ان کا شمار نہیں کیا جا سکتا)

مصر کو اپنا مرکز بنایا۔وفات سے تقریباً ایک سال پہلے شام چلے آئے بعدازاں مکہ مکرمہ چلے گئے۔آپ حدیث میں ثقہ،ثبت اور حافظ تھے۔فن روایت،جرح رواۃ اور معرفت علل حدیث میں اپنے اقران میں ممتاز تھے اور علم حدیث میں اپنے وقت کے امام تھے۔ ۲۴؎

حافظ ذہبی سیر اعلام النبلاء میں لکھتے ہیں کہ آپ علل حدیث اور رجال حدیث کی معرفت میں امام مسلم،ترمذی اور ابوداؤد سے بھی آگے نکلے ہوئے تھے۔اوران باتوں میں ابوزرعہ اور امام بخاری کی صف کے آدمی تھے۔رجال کی تنقید میں کہیں آپ امام بخاری اور مسلم سے بھی زیادہ سخت ہو جاتے ہیں۔ کتاب الضعفاء والمتروکین کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ آپ جرح کرنے میں متشددین میں سے تھے ۔اسماء اور کنی کی تعیین میں امام ترمذی اور آپ کا طریق کار یکساں ہے۔ ۲۵؎

اسی طرح امام اوزاعی،سفیان ثوری،حماد بن سلمہ،لیث بن سعد،امام بخاری،امام مسلم،ابو داؤد ایسے حضرات ہیں جن کی فنِ حدیث اور فن جرح وتعدیل میں مہارت ان کے بعد امام بخاری ،امام مسلم،ابوزرعہ،ابوحاتم رازی اور امام ابوداؤد کا دور آیا۔پھر اس کے بعد مسلسل نویں صدی ہجری تک جرح وتعدیل کے علماء اور مصنفین پیدا ہوتے رہے جو اس فن سے متعلق کتابیں لکھتے اور رواۃ حدیث کی چھان بین کرتے رہے۔حتیٰ کہ کتبِ حدیث میں ایک راوی بھی ایسا نہ ملے گا جس پر تبصرہ ان کی تصانیف میں موجود نہ ہو۔

ان حضرات نے جرح وتعدیل کے قوانین وضع کئے رواۃ حدیث کے درجات معلوم کئے۔ اپنی ان تھک محنت وکاوش اور محیر العقول مہارت کے نتیجے میں تقریباً ایک لاکھ کے قریب اشخاص کے حالات زندگی چھان مارے۔ان کی حیات،ان کی سیرت اور تاریخ کا مطالعہ کیا۔ان کے ظاہری و باطنی امور کا بخوبی جائزہ لیا۔اس راہ میں نہ کسی کی ملامت کا خوف دامن گیر ہوا۔نہ راویوں پر نقد جرح کرنے سے ورع وتقویٰ مانع ہوا۔وہ دینِ اسلام اور سنتِ رسول کے دفاع کے نقطہ نظر سے خوفِ گنا

ہ اور احساسِ حرج و ضرر سے بالا ہو کر رواۃ و رجال کے بارے میں اعلانیہ اظہار خیال کرتے تھے۔

مشہور محدث یحیٰ بن سعید القطان سے کہا گیا: "جن لوگوں سے آپ حدیث روایت نہیں کر تے۔کیا وہ خدا کی بارگاہ میں آپ سے مزاحم نہ ہوں گے؟ موصوف نے جواب دیا۔" بارگاہ ربانی میں ان لوگوں کا مزاحم ہونا میرے لئے اس امر سے بہتر ہے کہ خود رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم میرے مدمقابل ہوں اور مجھ سے دریافت فرمائیں کہ تم نے میری احادیث کو جھوٹ کی آمیزش سے کیوں نہ بچایا۔ ۲۶

امام بخاری سے جب یہ کہا گیا کہ: " آپ نے جو تاریخ لکھی ہے، لوگ اس پر تنقید کرتے ہیں کہ اس میں لوگوں کی غیبت کی گئی ہے۔" تو آپ نے برملا فرمایا: "راویوں کے بارے میں یہ باتیں ہم نے اپنی طرف سے نہیں کیں بلکہ دوسروں سے نقل کی ہیں۔" ۲۷

یہی وہ حضرات ہیں جو علم نبیؐ کو نکھار لائے۔ یہ علماء اسلام کا ایک ایسا عظیم علمی کارنامہ ہے کہ اقوام عالم میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ مشہور جرمن مستشرق ڈاکٹر اسپرنگر "**الا صابہ فی تمییز الصحابہ** " کے ۱۸۸۲ء کے ایڈیشن کے دیباچہ میں لکھتے ہیں:

" کوئی قوم دنیا میں ایسی نہیں گذری اور نہ آج موجود ہے، جس نے مسلمانوں کی طرح اسماء الرجال کا عظیم الشان فن ایجاد کیا ہو، جس کی بدولت پانچ لاکھ انسانوں کا حال معلوم ہوسکتا ہے۔" ۲۸

ان حضرات کی محنتیں اب ہمارے سامنے رجال کی مستقل کتابوں کی صورتوں میں بڑی وسعت سے موجود ہیں۔ ان کتبِ جرح و رجال کی تین قسمیں ہیں:

الف۔ وہ کتب جو صرف ثقہ روایوں کے ذکر بیان پر مشتمل ہیں۔ مثلاً ابن حبان بستی کی کتاب **الثقات**. اور ابن قطلو بغا کی کتاب "**الثقات** "۔ جو چار جلدوں پر مشتمل ہے۔ نیز خلیل بن شاہین کی کتاب "**الثقات** ".

ب۔ دوسری قسم کی وہ تصانیف ہیں جو ضعیف راویوں کے سیر و سوانح کی جامع ہیں۔ اس ضمن میں بخاری، نسائی، ابن حبان، دارقطنی، عقیلی، ابن الجوزی اور ابن عدی نے کتابیں تصنیف کی ہیں۔ ابن عدی کی کتاب اس حد تک جامع ہے کہ جس راوی پر معمولی جرح قدح بھی کی گئی ہے، اس کتاب میں اس کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ حتیٰ کہ اس میں بخاری و مسلم کے متکلم فیہ راویان حدیث اور بعض ایسے ائمہ

متبدعین کا تذکرہ ملتا ہے جن کے مخالفین نے ان پر نقد وجرح کی تھی۔

ج۔ تیسری قسم کی وہ کتابیں ہیں جن میں ثقہ اور ضعیف دونوں قسم کے رواۃ حدیث کا ذکر کیا گیا ہے۔ یو ں تو ایسی کتب بہت ہیں مگر مندرجہ ذیل بہت مشہور ہیں۔

۱۔ تاریخ کبیر امام بخاری، اس کو حروف تہجی کی ترتیب کے مطابق مرتب کیا گیا ہے۔

۲۔ تاریخ اوسط امام بخاری ۳۔ تاریخ صغیر امام بخاری۔

۴۔ کتاب الجرح والتعدیل لابن حبان ۵۔ کتاب الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم الرازی۔

۶۔ طبقات الکبریٰ ابن سعد ۷۔ التکمیل فی معرفۃ الثقات والضعفاء والمجاہیل لابن کثیر۔

موخر الذکر کتاب اس موضوع پر سب سے بہتر ہے۔ حافظ ابن کثیر نے اس کتاب مین مشہور محدث المزی کی "تہذیب" اور محدث ذہبی کی "میزان" کو یکجا کر کے ان پر مزید اضافے کئے ہیں۔ یہ کتاب محدثین وفقہاء کے لئے نہایت مفید ہے۔ علاوہ ازیں یحیٰی بن سعید القطان، ابن سعد، ابن عدی، ابونعیم اصفہانی، خطیب بغدادی، ابن عبدالبر، اور ابن عساکر وغیرہم کی کتبِ تاریخ میں بہت سے رجال حدیث کا تذکرہ مل جاتا ہے۔ پہلے دور کی اسماء الرجال کی کتابیں راویوں کے نہایت مختصر حالات کو لئے ہوئے تھیں۔ ابن عدی اور ابونعیم اصفہانی نے سب سے پہلے زیادہ معلو مات لینے کی طرف توجہ کی۔ خطیب بغدادی، ابن عبدالبر اور ابن عساکر دمشقی نے کئی ضخیم جلدوں میں بغداد اور دمشق کی تاریخیں لکھیں تو ان میں تقریباً سب اعیان ورجال کے تذکرے آ گئے۔ یوسف بن عبدالرحمٰن المزی کی تہذیب الکمال، حافظ شمس الدین ذہبی کی تذہیب التہذیب، میزان الاعتدال، سیر اعلام النبلاء اور تذکرۃ الحفاظ جیسی بلند پایہ کتابیں اپنے فن پر وقت کی لاجواب کتابیں سمجھی جاتی ہیں۔ ابن حجر عسقلانی کی تہذیب التہذیب، لسان المیزان اور تقریب التہذیب نہایت مفید کتابیں ہیں۔ ہمارے دور میں علمائے اہلسنت کے ہاں تحقیق میں زیادہ تر یہی کتابیں رائج ہیں۔

جرح وتعدیل میں اختلاف کی نوعیت

جرح وتعدیل کا کام نازک ہے۔ ہر محقق نہیں جانتا کہ جرح کس چیز کی ہو اور تعدیل کس چیز کی ہونی چاہیے۔ تاہم علماء محققین جنہوں نے اس ضمن میں کاوش و جہد کی ہے، وہ اس کام کی

نزاکت اور اس کے **مالہ و ماعلیھا** سے یقیناً واقف تھے۔ الکفایۃ میں خطیب بغدادی نے اس پر تفصیلاً کلام کیا ہے۔ اور جرح وتعدیل کے فن کی نزاکتوں کا ذکر کیا ہے. رواۃ حدیث کی جرح وتعدیل کے بارے میں سب محدثین کے سانچے پیمانے یکساں نوعیت کے نہ تھے۔ ان میں متشدد و متوسط بھی تھے اور متساہل بھی۔ اس کی تفصیل یہ ہے:

متشددین میں امام ابن معین، امام قطان، امام ابن حبان، امام ابوحاتم رازی، متساہلین میں امام ترمذی، امام حاکم، امام ابن مہدی، جبکہ امام احمد، امام بخاری اور امام مسلم اعتدال پسند شمار کئے جاتے ہیں۔

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں

"جرح کو اسی صورت میں قبول کیا جائے گا، جب کہ واضح ہو، مبہم نہ ہو۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ جرح کرنے والا ایک چیز کو موجباتِ فسق میں سے قرار دے کر راوی کی تضعیف کر دیتا ہے۔ حالاں کہ وہ چیز درحقیقت یا دوسرے علماء کے نزدیک فسق کی موجب نہیں ہوتی۔ لہٰذا جرح کرتے وقت سبب کا اظہار و بیان ناگزیر ہے" ۲۹

خطیب بغدادی نے اپنی معروف کتاب "الکفایۃ" میں قوانینِ روایت پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ مذکورہ مسئلہ کے بارے میں بھی انہوں نے اپنی آراء ذکر کی ہیں۔ انہوں نے ایک باب قائم کیا ہے: **باب القول فی الجرح هل یحتاج الی کشف ام لا** ۳۰ اس باب میں ذکر ہے کہ جو جرح کے آداب و شرائط نہ جانتا ہو، اس کے لئے ضروری ہے کہ جرح کے وجوہ و اسباب اور تفصیل بیان کرے۔ تاہم علماءِ جرح اس اصول سے مستثنیٰ ہیں۔

جن ائمہ کا جرح کرنے میں تشدد و تعنت مشہور ہو، ان کی تعدیل و توثیق بہت وزن رکھتی ہے۔ لیکن ان کی جرح زیادہ وزن نہیں رکھتی ہے۔ بلکہ ان کی جرح کا حال دوسرے ائمہ سے بھی معلوم کرنا چاہیے۔ ائمہ فن، اسماء الرجال کی بحث میں راویوں کا حال لکھتے ہیں تو کہیں متشددین کی سختی کا بھی ذکر کر جاتے ہیں۔ طلبہ حدیث کو چاہیے کہ صرف کسی راوی پر جرح کا نام سن کر اسے ناقابل اعتماد نہ سمجھنے لگ جائیں۔ جب تک تحقیق نہ کر لیں کہ جارحین کون کون ہیں اور کتنے ہیں؟ اسباب جرح واضح ہیں یا نہیں؟ اور یہ کہ کوئی متشدد جارح تو نہیں؟ ائمہ رجال کتب رجال میں کئی جگہ اس تشدد کا ذکر کرتے ہیں۔ ۳۱

اصحابِ رجال کی کاوشوں کے نتائج

اصحاب الرجال کے قائم کردہ اصولِ تحقیق مفید یقین اور قابل اعتماد ہیں۔اصولِ حدیث اور علومِ حدیث کے ماہر علماء نے متقدمین علماء کے ان تمام طریق ہائے تحقیق پر بے لاگ نقد و تبصرہ کیا۔اور ایسے اصول وضع کئے جس سے طالبین حدیث کو فیصلہ کرنے میں بہت آسانی ہوجاتی ہے۔

مثال کے طور پر خطیب نے ان تمام عیوب ونقائص اور خرابیوں اور کمزوریوں کا ذکر کیا ہے، جو کسی راوی میں پائی جائیں،تو اس کی حدیث قابل اعتنا نہ ہوگی۔علاوہ ازیں محدثین نے وہ تمام اصول ذکر کردیئے ہیں ،جن کو سامنے رکھ کر کسی شخص کی جرح وتعدیل کا فیصلہ کیا جائے گا۔لہٰذا علم حدیث میں خواص اس بات کا فیصلہ کرسکتے ہیں کہ جرح کس چیز پر ہونی چاہیے اور تعدیل کسی چیز کی ہونی چاہیے۔اصحاب الرجال کردار کی اساسات اور بدکرداری کی بنیادوں سے مکمل طور پر واقف تھے۔ان کا علم ان کی فقاہت ،بصیرت ،اور قوت فیصلہ تجربے اور معقولیت پر مبنی تھی۔یہ بات درست ہے کہ وہ انسان تھے،فرشتے نہ تھے۔ان کی آراء میں عام انسانی جبلت میں موجود تعصب کا شائبہ ہوسکتا ہے۔تاہم اس فطری اور جبلی چیز کو بنیاد بنا کر ان کے اس قدر جلیل القدر اور معروضی اسلوبِ علم کو نا قابل اعتبار قرار دیا جاسکتا ہے؟ ہر خبر کی تفتیش کا سلیقہ ہر انسان نہیں رکھتا۔بعض خبریں ایسی ہوتی ہیں کہ ان کی تفتیش خاص افراد ہی کرسکتے ہیں۔ہر خبر کی تحقیق کے لئے اس کی مناسب اہلیت درکار رہے۔ان بنیادی اصولوں کی روشنی میں مذہبِ اسلام جتنی ترقی کرتا رہا اسی قدر اس کے بنیادی تنقید کے اصول بھی ساتھ ساتھ ترقی کرتے رہے۔حتیٰ کہ اسناد، جرح وتعدیل ،احوال رواۃ، ہر ایک کے لئے جدا جدا مستقل فن مرتب ہوگئے۔علامہ جزائری نے توجیہ النظر میں حدیث کے سلسلہ میں ۵۲ قسم کے علوم بالتفصیل بیان فرمائے ہیں۔جن کے مطالعہ کے بعد احادیث کے مفید یقین ہونے میں ایک منٹ کے لئے بھی شبہ کرنے کی گنجائش نہیں رہتی۔ ۳۲ علماء سلف نے حدیث کی نقد وتمحیص کے لئے جو طریقے اختیار کئے وہ صحیح ترین عملی طریقے تھے۔وثوقِ کامل کے ساتھ کہا جاسکتا ہے علماء اسلام جملہ اقوام عالم میں اولین لوگ تھے جنہوں نے اخبار واحادیث کی جانچ پرکھ کے لئے نہایت دقیق علمی اصول وضع کئے انہوں نے ایسی بلند پایہ مساعی انجام دیں کہ ان کے بل بوتے پر اہل اسلام جملہ اقوام عالم پر بجا طور پر فخر کر سکتے ہیں۔**ذلك فضل الله يوتيه من يشاء والله واسع عليم**

حواشی وحوالہ جات

۱۔ امین احسن اصلاحی: مبادی تدبر حدیث، فاران فاؤنڈیشن، لاہور، ص۹۳
۲۔ نفس مصدر، ص۹۴
۳۔ جس پر تفصیلی بحث ان شاء اللہ الگ مضمون میں پیش کی جائے گی
۴۔ مسلم: الجامع الصحیح (المقدمہ) ،۱۵/۱
۵۔ نفس مصدر
۶۔ ابن حجر: تقریب التھذیب، دار المعرفۃ، بیروت، ۲۰۶/۱
۷۔ خالد محمود: آثار الحدیث، دار المعارف، لاہور، ۳۵۳/۲
۸۔ الذہبی، شمس الدین: تذکرۃ الحفاظ، بیروت، ۱۹۹۳ء، ۷۵/۱
۹۔ ابن حجر: التقریب، ۳۸۷/۲
۱۰۔ الذھبی: تذکرۃ الحفاظ، ۷۳/۱
۱۱۔ ابن حجر: (م س)، ۱۶۹/۲
۱۲۔ خالد محمود: (م س)، ۲۹۶/۲
۱۳۔ ابن حجر: (م س)، ۴۴۵/۱
۱۴۔ الذھبی: (م س)، ۲۹۹/۲
۱۵۔ (ن م)، ۳۸۳/۱
۱۶۔ (ن م)، ۴۸۸/۱
۱۷۔ خالد محمود: (م س)، ۳۰۰/۲
۱۹۔ (ن م)، ۲۷۵/۱، ابن حجر: ۴۹۹/۱
۲۰۔ خالد محمود: (م س)، ۳۰۰/۲
۲۱۔ الذھبی: ۱۷/۲، الخطیب: تاریخ بغداد، ۴۱۹/۴
۲۲۔ خالد محمود: آثار الحدیث، ۳۰۰/۲
۲۳۔ ابن حجر: تہذیب التھذیب، ۳۷/۱
۲۴۔ ابن خلکان: وفیات الاعیان، ۱۱/۱
۲۵۔ الذھبی: سیر اعلام النبلاء، ۲۲۵/۲
۲۶۔ السباعی، مصطفی: السنۃ ومکانتہا فی التشریع الاسلامی، فیصل آباد، ص۱۵۰
۲۷۔ نفس مصدر، ص۱۸۱

۲۸۔ اسپرنگر بحوالہ شبلی نعمانی: سیرت النبی، الفیصل ناشران، لاہور، ۳۵/۱

۲۹۔ ابن کثیر: اختصار علوم الحدیث، ریاض، ص۱۰۱

۳۰۔ خطیب بغدادی: الکفایۃ فی علم الروایۃ ص ۱۰۷

۳۱۔ نفس مصدر، ص۱۱۰ و مابعد

۳۲۔ میرٹھی، بدر عالم: ترجمان السنۃ، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، ۱۹۳/۱

المراجع والمصادر

☆ اس مقالہ کی تیاری میں مندرجہ ذیل کتب سے بطور خاص استفادہ کیا گیا

☆ الکفایۃ فی علم الروایۃ: خطیب بغدادی، بیروت، ۱۹۹۵

☆ آثار الحدیث: خالد محمود، دار المعارف، لاہور، س ن

☆ السنۃ و مکانتہا فی التشریع الاسلامی: محمد مصطفٰی السباعی، فیصل آباد، ۱۹۷۱

☆ تقریب التھذیب: ابن حجر عسقلانی، دار المعرفۃ، بیروت، ۱۹۷۵

☆ تذکرۃ الحفاظ: شمس الدین ذہبی، بیروت، ۱۹۹۹

☆ وفیات الاعیان: ابن خلکان، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۹۹۷

☆ اختصار علوم الحدیث: ابن کثیر، ریاض، ۱۹۹۹

☆ مقدمہ الجامع الصحیح: مسلم بن حجاج القشیری، دار العلمیہ بیروت، ۲۰۰۰

☆ مبادی تدبر حدیث: امین احسن اصلاحی، فاران فاونڈیشن، لاہور

****